# خدا کی طرف بلانے والے کیلئے ضروری ہے کہ اس میں عالمی صفات ہوں۔ وہ ہر قسم کے تعصّبات سے پاک ہو۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11 اکتوبر 1996ء بمقام اوسلو، ناروے)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۴﴾ (حٰمٓ السجدہ: 34)

پھر فرمایا:

اگر چہ آج کل دنیا میں دعوت الی اللہ پر زور دینے کی شدید ضرورت ہے اور آسمان سے جو ہوائیں چل رہی ہیں وہ دعوت الی اللہ کی مدد اور معاون ہیں اور انہی ہواؤں کی برکت ہے کہ جماعت احمدیہ کی کوششوں کو پھل لگ رہے ہیں ورنہ پھل دار ہوائیں اگر خدا نہ چلائے تو وہ کھیتیاں بھی جو بیجوں تک پہنچ جاتی ہیں وہ بیجوں سے خالی مرجایا کرتی ہیں۔ ایسی ہوائیں بھی ہم نے پنجاب میں چلتی دیکھی ہیں کہ کھیتیاں پھل لانے پر تیار ہوں تو ایسی جنوبی ہوا چلتی ہے جو ان کے پھلوں کو وہیں سکھا دیتی ہے اور کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہی ہے جو جب چلتی ہے تو محنتیں پھل لاتی ہیں بلکہ محنتوں سے بہت زیادہ پھل نکلتے ہیں اتنے کہ ان کو محنتوں سے کوئی نسبت باقی نہیں رہتی۔ یہی وہ عالمی دور ہے دعوت الی اللہ کا اور اس کے پھل دار ہونے کا جس دور کی طرف میں سب جماعت کو بار بار بلا رہا ہوں اور متوجہ کر رہا ہوں۔

ناروے میں بھی مجھے اس مضمون پر آپ سے کچھ کہنا ہے لیکن اس سے پہلے میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ناروے کا یہ خطبہ تمام دنیا میں ٹیلی ویژن کے ذریعے دیکھا اور سنا جارہا ہے اور اس کے لئے اگر چہ جماعت کا فیصلہ تھا کہ جو بھی خرچ ہو جماعت برداشت کرے گی مگر ناروے کے تین مخلصین نے پیش کش کی کہ ان کی خواہش ہے کہ یہ تینوں خطبات ان کے مشترکہ خرچ پر ہی تمام دنیا کو بھجوائے جائیں یعنی عالمی طور پر نشر کئے جائیں اس لئے میں نے ان کی یہ پیش کش قبول کر لی ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزاء عطا فرمائے۔اس کے علاوہ میں یہاں کے ٹیلی ویژن کے سربراہ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، میں یہ نہیں جانتا کہ پورے ٹیلی ویژن کے سربراہ ہیں یا اس شعبہ کے سربراہ ہیں جس کے ذریعے سے ہمیں یہ سہولت مہیا ہوئی ہے مگر وہ بہت ہی مخلص اور نیک طبیعت انسان ہیں۔ان سے ہمارا پہلے ایک دفعہ رابطہ ہوا اور اس سلسلہ میں ان کے تعاون کی ضرورت پیش آئی جو انہوں نے بڑی خوشی سے مہیا کی۔اب دوبارہ جو ہم نے ٹیلی ویژن کے یہاں سے پروگرام اٹھانے کا ان سے ذکر کیا اور تعاون چاہا تو باوجود اس کے کہ بہت ہی مشکلات حائل تھیں اور کئی چیزیں ایسے وقت پر مہیا نہیں تھیں جن کے ذریعے یہ انتظام ہوسکتا مگر انہوں نے اپنے فرائض منصبی سے ہٹ کر ذاتی اخلاص سے کوشش کی اور آج اللہ کے فضل کے ساتھ یہ ممکن ہوا ہے کہ ہم اس خطبہ کو تمام عالم کے لئے ٹیلی وائز کر رہے ہیں تو ایسے نیک طبع لوگ دنیا میں ہر جگہ موجود ہیں۔ہمیں چاہئے کہ ان کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ انہیں اور بھی نیکی اور اپنے قرب کی راہیں عطا فرمائے۔

اب میں اس مضمون کی طرف پھر واپس آتا ہوں۔ناروے کا جو مسئلہ ہے وہ بعض اور شمالی یورپین کی طرح زیادہ سنگین ہے۔اگر چہ یورپ میں بلکہ سب دنیا ہی میں دہریت کی ہوائیں چل رہی ہیں اور خدا عملاً انسانی زندگی سے الگ ہو چکا ہے مگر بعض ممالک میں یہ دہریت کا زہر باقی ممالک کے مقابل پر زیادہ گہرا جا چکا ہے اور اس نے تمام فضا کو مسموم کر دیا ہے۔ان ممالک میں شمالی یورپ میں سوئٹزرلینڈ بہت آگے ہے۔سوئٹزرلینڈ کے تمام تعلیمی ادارے عملاً دہریت کی آماجگاہ بن چکے ہیں اسی طرح شمالی یورپ میں سب سے زیادہ اس Peninsula کو دہریت میں آگے بڑھنے کی توفیق تو نہیں کہنا چاہئے، آگے بڑھنے کی جسارت ہوئی ہے یعنی سیکنڈے نیوین Peninsula ڈنمارک سے لے کر ناروے کے شمال تک باقی شمالی ممالک کے مقابل پر دہریت

میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں اور ان کے بھی تعلیمی ادارے ہیں زیادہ تر جو دہریت کی آماجگاہ ہیں۔اس وجہ سے ان کو خدا تعالیٰ کے دین کی طرف بلانا ایک مشکل کام ہے اگر اس کا سلیقہ نہ ہو اگر انسان صورت حال کا تجزیہ کر کے مناسب رستے اختیار نہ کرے اس وقت تک جب تک ایسا نہ ہو ان لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا ممکن نہیں ہے۔ بہت طرح سے، بہت طریقوں سے ان جگہوں پر کوششیں کی گئیں اور ان سارے ممالک میں وہی ایک ہی ردّعمل ہے یعنی سوئٹزرلینڈ ہو یا ڈنمارک یا سویڈن یا ناروے۔ جو قسمت سے پھل ملتا ہے وہ اللہ کے فضل سے اچھا ہوتا ہے لیکن بہت شاذ کے طور پر ملتا ہے اور جماعتی لحاظ سے ان چاروں ممالک میں کوئی مقامی ایسے مخلصین پیدا نہیں ہو سکے جو اپنی جماعت بنا سکیں اور جن کو کہا جا سکے کہ یہ اس ملک کے باشندے ہیں اور ملک کے باشندوں کے لحاظ سے ان کی ایک بڑی جماعت ہے۔ کہیں کچھ آتے بھی ہیں تو چلے بھی جاتے ہیں اور آ کر قرار پکڑنے والے جو ہیں اگر چہ ان کا معیار اللہ کے فضل سے بہت اونچا ہے اور وہ سچے خدا کے مخلص بندے ہیں لیکن شاذ کے طور پر ہیں، بہت ہی کم تعداد ہے۔

اس پہلو سے فکر کی بات ہے لیکن مایوسی کی بات نہیں۔فکر کی اس پہلو سے کہ ہمیں معلوم کرنا چاہئے کہ کون سے طریق ہیں جن سے ان قوموں کو دین کی طرف بلایا جا سکتا ہے۔اس آیت کریمہ سے متعلق، جس کی میں نے تلاوت کی ہے، میں پہلے بھی اس مضمون پر روشنی ڈال چکا ہوں کہ قرآن کریم نے کسی حکمت کے پیش نظر دعوت اسلام کا ذکر نہیں فرمایا، کسی مذہب کا نام نہیں لیا بلکہ دعوت الی اللہ کا ذکر فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ کو بھی داعی الی اللہ کے طور پر پیش فرمایا گیا ہے۔اس میں بہت گہری حکمت ہے اور بہت بڑی غلطی ہوگی اگر ہم اس حکمت کو نظر انداز کر کے کوئی تبلیغی منصوبہ بنائیں۔وہ قومیں جو مذہب سے دور جا چکی ہیں ان میں بہت حد تک ان مذاہب کے بگڑے ہوئے عقائد کا تعلق ہے جو ان کی عقل سے متصادم ہو چکے ہیں۔پس ان کا دہریہ ہونا ویسا قصور نہیں جیسا کہ سرسری نظر سے دکھائی دیتا ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اگر ایک مذہبی پس منظر بگڑ چکا ہو، اگر اس میں سے معقولیت کلیۃً خارج ہو چکی ہو، اگر انسانی سوچ اور فکر سے مذہبی عقائد متصادم ہو جائیں تو ایسی جگہوں میں مذہب کا پایا جانا ان کی خوبی نہیں ہے بلکہ ان کی دماغی حالت کے خلاف ایک الزام ہے کہ یہ بڑے بے وقوف اور کم نظر

لوگ ہیں جو ایسے الجھے ہوئے بیوقوفوں والے عقائد پر اس قدر شدّت کے ساتھ عمل پیرا ہیں۔ پس یہ صورت حال ہے جس کا ہمیں تجزیہ کرنا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یورپ میں ہر جگہ جہاں بھی دہریت پھیلی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ عیسائیت کے بگڑے ہوئے عقائد ہیں اور یہ سلسلہ آج اور کل کی بات نہیں صدیوں سے شروع ہے اور مسلسل عیسائیت کے بگڑے ہوئے عقائد کے خلاف یورپ کے دانشوروں نے احتجاج کئے اور جب ان احتجاجات کے نتیجہ میں اولین طور پر ان کو سزائیں دی گئیں اور ان سزا پانے والوں میں بہت بڑے بڑے ان کے چوٹی کے سائنسدان بھی ہیں جن میں نیوٹن بھی ہے ایک۔

بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ نیوٹن نے مذہب کے خلاف نہیں بلکہ عیسائیت کے خلاف بغاوت کی تھی اور عیسائیت کے خلاف نہیں بلکہ عیسائیت کے بگڑے ہوئے عقائد کے خلاف بغاوت کی تھی۔ نیوٹن کو کیمبرج یونیورسٹی میں پروفیسر شپ عطا ہوئی اور اس کے ساتھ بڑے بڑے فوائد بھی وابستہ تھے لیکن نیوٹن چونکہ بے حد ذہین انسان تھا خدا تعالیٰ نے اسے چوٹی کا دماغ دیا تھا اور تقویٰ عطا کیا تھا یعنی جس بات کو سچ نہیں سمجھتا تھا اس پر ایمان نہیں لاتا تھا یہی وجہ ہے کہ آج کے دور میں جو اس نئے، جدید سائنسی دور کا جدامجد ہے وہ نیوٹن ہے۔ آئن سٹائن نے بھی کام کئے اور بھی بڑے بڑے دانشور یہاں پیدا ہوئے ہیں مگر نیوٹن کے مقام سے اس کو ٹلا نہیں سکتے۔ تو بلاشبہ اس نئے سائنسی دور کا جدامجد ہے جس نے بہت ہی حیرت انگیز انکشافات کئے اور قدرت کو جیسی صفائی کے ساتھ، جیسے روشن دماغ سے وہ سمجھا، کم اس کی نظیر دنیا میں ملتی ہے۔ پس نیوٹن نے جو ایک عیسائی تھا اور Trinity یعنی تثلیث کے عقیدے پر پیدا ہوا تھا اس نے جب غور شروع کیا تو، اب اس کی وہ نوٹ بک بھی شائع ہو چکی ہے جس نوٹ بک پر اس نے حاشیے پر تحریریں لکھی ہیں، غور کرتے کرتے وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ بات اب کسی طرح قبول نہیں ہے کہ خدا تین ہوں کیونکہ ساری کائنات کا مشاہدہ ایک خدا کی گواہی دے رہا ہے اور جو دلائل ہیں عیسائیت کے وہ ثابت کر رہے ہیں کہ ان دلائل کا مسیح کی عیسائیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب دیکھیں ایک دانشور ایسا ہونا چاہئے۔ لمبے عرصے تک تحقیق کی، صرف سائنس کی گواہی پر عیسائیت کو ردّ نہیں کیا بلکہ پھر جستجو کرتا ہوا مسیح تک جا پہنچا ہے اور بائبل کی اولین آیات پر جن پر درحقیقت عیسائیت کی بنیاد ہے اور پھر پرانی بائبل یعنی تورات پر اور اس کے بعد دوسری کتب پر سب پر گہرے مطالعے کے بعد اس نے غور کیا ہے۔ پس عہد نامہ جدید ہو یا قدیم

دونوں کا مطالعہ کر کے ان کے حوالے نکالے اور قطعی طور پر ثابت کیا کہ یہ عیسائیت نہ عہد نامہ قدیم سے تعلق رکھتی ہے، نہ عہد نامہ جدید سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ بگڑے ہوئے عیسائی پادریوں کے دماغ کی پیداوار ہے اور اس پر میں ایمان نہیں لاسکتا۔ ایک ہی خدا ہے جو موسیٰ کا بھی خدا تھا اور عیسیٰ کا بھی خدا تھا اور ان میں کوئی تفریق نہیں ہے، ساری کائنات کا وہی خدا ہے۔ جب اس عقیدے کا اس نے اعلان کیا تو باوجود اس کے کہ وہ علمی لحاظ سے بہت ہی چوٹی کا انسان بلکہ ایسا انسان جس کی ساری دنیا میں قدر کی جاتی تھی اس کو پروفیسر شپ پیش کر کے یونیورسٹی نے اپنا فخر سمجھا تھا کہ ہماری یونیورسٹی میں یہ پروفیسر بن کر آجائے لیکن اس کو بے عزت کر کے یونیورسٹی سے نکالا گیا۔ اس کے خلاف باقاعدہ چرچ کی طرف سے ریزولیشن پیش ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ لامذہب ہو چکا ہے حالانکہ وہ تثلیث سے خدا کی طرف لوٹا تھا اور اس نے قطعاً پرواہ نہیں کی۔ وہ Stipend جو اس کے لئے یونیورسٹی کی طرف سے مقرر تھا ساٹھ پاؤنڈ سالانہ اس زمانے کے لحاظ سے بہت بڑی چیز تھی یعنی آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ساٹھ پاؤنڈ کی اس وقت کیا قیمت تھی اس نے سب قربان کر دیا مگر اپنا عقیدہ تبدیل نہیں کیا۔ اس نے کہا ایک ہی خدا ہے اس کے سوا میں کسی اور عقیدے کا قائل ہو نہیں سکتا کیونکہ میرا دماغ اس کو تسلیم نہیں کرتا۔

تو یورپ کے دانشوروں نے سچائی کی قیمتیں ادا کی ہیں اور جو چوٹی کے خدا پرست تھے ان کو عیسائیت نے دہریہ کر کے باہر نکالا ہے۔ اس کی اور بھی مثالیں ہیں یہاں بڑے بڑے دانشور جو فلسفہ دان اور حساب دان جنہوں نے خدا کی توحید کی خاطر علم بلند کیا اور عیسائیت کے غلط عقیدوں کو ردّ کیا ان کو ان کے منصفین نے جو ان کی بائیوگرافی لکھنے والے ہیں، انہوں نے بھی دہریہ قرار دیا، انہوں نے کہا مذہب سے متنفر اور دور ہو چکے تھے۔ بہرحال یہ ایک بڑا دردناک باب ہے یورپ کی تاریخ کا جس کا مطالعہ ہمارے لئے کئی پیغام لے کر آتا ہے۔ اول یہ کہ یورپ کو دہریہ کہہ کر یا دہریت یا دہریت کی طرف مائل ہو کر کلیۃً ردّ کر دینا اور یہ سمجھنا کہ یہ لوگ خدا کے دشمن ہیں یہ درست نہیں ہے۔ وہ لوگ جو دہریہ کہلائے ہیں ان میں بڑے بڑے خدا پرست تھے انہوں نے اپنے توحید کے عقیدے کی قیمت ادا کی ہے۔

اور آج بھی اکثر جو دہریہ ہو چکے ہیں یہ سوچ کر کہ وہ دہریہ ہیں وہ مذہب کو مانیں گے نہیں

اس لئے ان سے ناامید ہو جانا، ان سے تبلیغ کا رابطہ قائم نہ کرنا یہ بھی بہت بڑی بے وقوفی ہوگی۔ مگر اسلام کی طرف اگر آپ ان کو بلاتے ہیں تو یہ بھی قرآنی حکمت کے خلاف ہے کیونکہ وہ لوگ جن کو خدا پر یقین نہ ہو وہ کسی مذہب کی طرف، آئیں گے کیوں؟ پہلی بنیاد تو خدا ہے یعنی خدا پر ایمان کا عقیدہ۔ تو آپ لوگ بے شمار بحثیں ان سے کرتے رہیں کہ عیسائیت ایسی ہے، اسلام ایسا ہے۔ اسلام میں یہ فضیلت ہے، عیسائیت میں یہ نقائص ہیں۔ وہ لوگ جو اپنی دانشوری اور عقل کی وجہ سے خدا ہی سے پیچھے ہٹ چکے ہیں کیونکہ خدا کا غلط تصور ان کو پیش کیا گیا وہ آپ کے اسلام کی کیا قدر کریں گے۔ شرافت کے ساتھ، نرمی کے ساتھ باتیں سنیں گے اور ہاں میں ہاں بھی ملا دیں گے اگلا قدم نہیں اٹھائیں گے۔ اس لئے جہاں بیماری ہے اس جڑ کو پکڑنا ضروری ہے۔

پس دعوت الی اللہ کا مطلب یہ ہے ان کو اس خدا کی طرف واپس لاؤ جو ان سے کھو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کی طرف واپس لے کے آؤ۔ اگر یہاں لے آؤ گے تو پھر رسالت کا ذکر شروع ہوگا اس سے پہلے نہیں ہو سکتا۔ یہی سبق خدا تعالیٰ نے ہمیں کلمہ میں دیا **لآ الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** اور **لآ الٰہ الا اللّٰہ** پر اتنا زور دیا گیا کہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

**”من قال لآ الٰہ الا اللّٰہ ،دخل الجنة“**

(صحیح ابن حبان، کتاب الایمان ، باب فرض الایمان ،رقم الحدیث:171)

وہاں اپنی رسالت کا بھی ذکر نہیں فرمایا کیونکہ **لآ الٰہ الا اللّٰہ** میں دراصل تمام قسم کی رسالتوں کا تصور موجود ہے۔ اگر اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو اس معبود سے رابطہ ہوگا کیسے؟۔ وہ رابطہ ہے جس کا نام رسالت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ کے بعد **لآ الٰہ الا اللّٰہ** کے بعد اگلا سبق یہ سکھایا **لآ الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** یا **اشھد انّ محمداً عبدہ ورسولہ**۔

تو رسالت کی طرف آپ پہلے بلانا شروع کریں۔ **لآ الٰہ الا اللّٰہ** کی طرف توجہ نہ ہو اور خالی ایسی تختی پر جو چکنی ہو چکی ہو اس پر لکھنے کی کوشش کریں، کچھ بھی لکھا نہیں جائے گا۔ وہ چکناہٹ دہریت کی چکناہٹ ہے۔ اس کو پہلے دھوئیں اور صاف کریں پھر آپ دیکھیں کہ کس طرح یہ اسلام کی طرف مائل ہوں گے اور دانشور اگر خدا کا قائل ہوگا تو اس کے لئے اسلام کے سوا چارہ ہی کوئی نہیں کیونکہ وہ لوگ جو عیسائیت میں متشدد ہیں اکثر بے وقوفی کی وجہ سے ہیں انہوں نے اپنے دماغ بند

کر لئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں عقیدہ جو بھی ہو بس سچا ہے ہم نے ماننا ہی یہی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو انتہا پرست مسلمانوں میں بھی مل رہے ہیں، ہندوؤں میں بھی ملتے ہیں، دنیا کے ہر مذہب میں موجود ہیں اور ان کی انتہا پسندی ان کی بے وقوفی کا مظہر ہے جنہوں نے عقل سے کچھ سوچا ہی نہیں جنہوں نے کہا بس جو کچھ کہا گیا درست ہے، جو کچھ لکھا گیا صحیح لکھا گیا اور لکھنے والے کون تھے وہ ازمنہ وسطیٰ کے وہ مذہبی راہنما یا سکالرز جنہوں نے جو سمجھا وہ لکھ لیا اور یہ سمجھے کہ یہ خدا کا نوشتہ ہے۔ پس ان کے لکھے ہوئے پر ایمان لانا فی الحقیقت خدا کے لکھے پر ایمان لانا نہیں بلکہ بگڑے ہوئے دور کے علماء کے لکھے پر ایمان لانا ہے اور سوائے بے وقوف کے کوئی ان علماء کی تحریروں پر ایمان لا ہی نہیں سکتا کیونکہ ازمنہ وسطیٰ کے جو علماء تھے ان میں بڑے بڑے چوٹی کے بزرگ اور علماء بھی تھے مگر جن کو انہوں نے پیروی کے لئے چنا ہے ان لوگوں کو چنا ہے جن کا دنیا کے متعلق کوئی علم نہیں تھا اور باوجود علم نہ ہونے کے انہوں نے دنیا کے غلط نقشے کھینچے اور قرآن کریم کی غلط تفسیریں کیں اور قرآن کریم کی طرف وہ تحکم منسوب کیا جو قرآن میں موجود نہیں تھا یعنی جبر کے ساتھ دنیا میں اسلام کا پھیلاؤ، اسلام تمہیں حق دیتا ہے کہ جو کوئی بھی اسلام کے خلاف بات کرے یا کسی بزرگ کے خلاف بات کرے اس کی گردن اڑا دو۔ یہ باتیں نوشتہ خدا تو نہیں تھیں، نہ تمام علماء نے لکھیں مگر جنہوں نے لکھیں ان کی انہوں نے پیروی کی اور ان کی نیک باتوں کو چھوڑ بیٹھے۔

پس اس پہلو سے بے وقوفی ہے کہ اوّل تو قرآن اور رسول کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے انہوں نے اسلام ازمنہ وسطیٰ کے علماء سے سیکھا اور پھر ان کی ہر اچھی بات کو ردّ کرتے ہوئے، بے اعتنائی کرتے ہوئے، اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ صرف ان باتوں کو چنا جن میں انسان کو انسان کے خلاف نفرت کی تعلیم دی جاتی ہے، جن میں مذہب کے نام پر تشدد کی تعلیم دی جاتی ہے، جن میں مسلمان کو تحکم کا حق دیا جا رہا ہے اور یہی حال عیسائیوں کا بھی ہے، یہی حال ہندوؤں کا بھی ہے کوئی مذہب بھی اس صورت حال سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ تو ایسے لوگ جو ان لوگوں کو ردّ کر بیٹھے ہوں ان کو اگر آپ مذہب کی طرف بلائیں گے تو جس مذہب کی طرف بلائیں گے اس مذہب کی ایک بھیانک تاریخ ان کی آنکھوں کے سامنے ابھر آئے گی۔ اسلام کی طرف بلائیں گے تو وہ سمجھیں گے خمینی کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ اسلام کی طرف بلائیں گے تو قذافی کی طرف سمجھیں گے بلایا جا رہا ہے، سعودی

عرب کے شہزادوں کی طرف بلایا جارہا ہے۔ ہر دفعہ جب بھی آپ اسلام کا نام لیں گے ان ممالک میں کسی ایک کا تصور ابھرنا لازم ہے۔ جیسے کہ جوان کی درمیانی زمانے کی تاریخ ہے سپین وغیرہ کے دور کی اس میں جب عیسائیت کا نام لیتے ہیں تو سپین کے ظالم بادشاہوں کا تصور انسان کی نظر کے سامنے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اسی تصور کو انسان عیسائیت کا نمائندہ سمجھتا ہے۔ پس اس طرز عمل میں بہت سے خدشات ہیں اوّل تو یہ کہ جن کو مذہب سے اس بناء پر دوری ہوئی ہو کہ مذہب ان کی عقل میں نہیں آتا ان کو مذہب کی طرف بلائیں، کسی نام سے بھی بلائیں، وہ دور بھاگیں گے لیکن خصوصیت سے اس زمانے میں اگر آپ اسلام کا نام لیں گے تو وہ بھڑک اٹھیں گے۔ بعض دفعہ تشدد کا اظہار کرتے ہوئے پیچھے ہٹ جائیں گے۔ بعض لوگ شرافت سے باتیں سن لیں گے اور کوئی دلچسپی نہیں دکھائیں گے۔ پس یہاں آپ عیسائیت اور اسلام، اسلام اور دوسری تحریکات کے یا مذاہب کے موازنے کے ذریعے ان لوگوں کے دلوں میں جا نہیں پاسکتے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ ایک ہی رستہ ہے۔ اللہ کی طرف بلائیں اور اللہ کی طرف بلانے کی مختلف راہیں ہیں۔ ہر شخص کے لئے وہ راہ کھلی ہے اور ہر شخص خدا کی طرف آنے کی ضرورت محسوس کر رہا ہے۔ اب منصوبے بننے چاہئیں۔ اسی محور کے گرد بننے چاہئیں۔ اللہ کی طرف بلانے کے طریق کیا کیا ہیں اور کس طرح یہ خدا کی طرف مائل ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ایک عالمی تصور رکھتا ہے یعنی اسلام نے اسے ایک عالمی خدا بلکہ ساری کائنات کے ایک ہی خدا کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ اس لئے خدا کی طرف بلانے والے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں عالمی صفات ہوں وہ ہر قسم کے تعصّبات سے پاک ہو۔ وہ یورپ اور غیر یورپ میں تفریق نہ جانتا ہو یعنی ان معنوں میں کہ اس کا عمل کسی قسم کے مشرقی تعصب کے زیر اثر نہ ہو۔ مذہبی طور پر بھی وہ محض نام کی طرف نہ بلانے والا ہو بلکہ **ایسے خدا کی طرف بلانے والا ہو جو ساری کائنات کا خدا ہے، سب انسانوں کا رب ہے اور اس کے لئے اس پر لازم ہے کہ اپنے اندر خدا کے وہ رنگ پیدا کرے ورنہ زبانی طور پر خدا کی طرف بلانے سے کوئی خدا کی طرف نہیں آئے گا**۔ یہ وہم ہے محض۔ ہاں آپ کے اندر اگر خدائی رنگ دیکھے گا، خدائی صفات دیکھے گا جو ایسی صفات ہیں جن میں بے انتہا جذب ہے متنفر بھی اپنی نفرت کی دیواریں توڑتا ہوا اس حسن کی طرف بڑھے گا اگر واقعۃً صفات الٰہی کی طرف سے اس کو دعوت ملے

اور صفات الٰہی کا انسان میں جلوہ گر ہونا ہی ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے یعنی اسی آیت میں ذکر ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا۔

اب عمل صالح بھی محض اسلام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ عمل صالح، قرآن کریم کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں، ہر مذہب کی طرف منسوب فرمایا گیا ہے۔ ہر شخص جو ایمان لاتا ہے اور عمل صالح کرتا ہے خواہ وہ یہودی ہو خواہ عیسائی ہو اللہ تعالیٰ نے اس کو پیار کی نظر سے دیکھا ہے اگر اپنے ایمان میں سچا ہو اور اس میں دوغلا پن نہ پایا جاتا ہو، اگر یوم آخرت کا قائل ہو اور اس کے مطابق اپنے اعمال کی نگرانی کرتا ہو۔ یہ وہ شرائط ہیں جن کے ساتھ خدا تعالیٰ نے عمل صالح کو تمام بنی نوع انسان کی طرف منسوب فرمایا ہے خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ تو دعوت الی اللہ دراصل دو دعوتیں ہیں یہ بات ہے جو دعوت الی اللہ کرنے والے بعض دفعہ بھول جاتے ہیں۔ ایک دعوت ہے لوگوں کو خدا کی طرف بلانا اور ایک دعوت ہے اپنے آپ کو خدا کی طرف بلانا۔ اپنے آپ کو جو خدا کی طرف بلانا ہے یہ اصل مشکل کام ہے اور جب تک یہ مشکل حل نہ ہوگی، بات ہو نہیں سکتی کیونکہ منحصر ہے اس پر کہ آپ پہلے اپنے نفس کو خدا کی طرف بلائیں اور ہر دعوت جو اپنے نفس کو دیں اس پر لبیک کہیں۔

پس عَمِلَ صَالِحًا اور دعوت الی اللہ دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں صرف مخاطب بدل گئے ہیں۔ دعوت الی اللہ کرنے والا داعی الی اللہ ہے جب لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہے اور داعی الی اللہ ہی ہے جب وہ اپنے وجود کو، اپنے نفس کو خدا کی طرف بلاتا ہے اور اس کے نتیجے میں عمل صالح کا دور شروع ہو جاتا ہے، اعمال صالحہ کو اپنانے کا دور جس کو ہم صبغۃ اللہ بھی کہہ سکتے ہیں یعنی اللہ کے رنگ کو اپنانا اور اس سے بہتر اور کون سے رنگ ہو سکتے ہیں۔ وَمَنْ اَحْسَنُ کا جو ترجمہ ہے اس کا مطلب ہے اس سے زیادہ حسین کون ہو سکتا ہے۔ حسن میں ایک کشش ہے، حسن میں ایک جاذبیت ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کر کے دیکھو جو ہم تمہیں بتا رہے ہیں، اللہ کی طرف بلاؤ لیکن اپنے نفس کو بھی بلاؤ اور جب اپنے نفس کو بلا چکو گے تب تم کہہ سکو گے کہ میں مسلمان ہوں۔ مسلمان کا مطلب یہاں صرف مسلم بمعنی مسلمان جو عام طور پر معروف معنے ہیں وہ نہیں بلکہ وہ وسیع معنے ہیں جس کا قرآن کریم میں ذکر ملتا ہے، جس کی رو سے حضرت ابراہیمؑ بھی مسلمان تھے، اس سے پہلے دیگر انبیاءؑ بھی سب مسلمان تھے، ان معنوں میں مسلمان تھے کہ جب خدا نے کہا اَسْلِمْ (البقرہ: 131) اسلام لے آؤ یعنی گویا اپنے آپ کو میرے سپرد کر دو تو انہوں

نے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیا۔

پس ہر وہ انسان جو دعوت الی اللہ کا شغف رکھتا ہے، اس میں مگن ہو جاتا ہے اور ساتھ ساتھ اپنے نفس کو بھی دعوت دیتا ہے کہ خدا کی طرف لوٹو ورنہ کوئی بھی تمہاری آواز پر، تمہارے کہنے پر خدا کی طرف منہ نہیں کرے گا یہ ایک سوال اٹھتا ہے کہ پھر کیسے اس میں طاقت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا جواب تو اس آیت کا عنوان بن چکا ہے وَمَنْ اَحْسَنُ اس سے زیادہ بھی حسین قول کسی کا ہوسکتا ہے جو لوگوں کو بھی خدا کی طرف بلائے اور اپنے آپ کو بھی خدا کی طرف بلا رہا ہو اور اس کے اعمال خوب صورت ہوتے ہوتے ایسے حسن میں ڈھل جائیں کہ اس کے قول کی تائید کرنے لگیں اور ہر دعوت سننے والا یقین کرلے کہ یہ خدا کی طرف سے آیا ہے جو مجھے خدا کی طرف بلا رہا ہے۔ یہ آپ کر کے دیکھیں دہریت کی طاقت نہیں ہے کہ اس عظیم قوت کا مقابلہ کر سکے کیونکہ حسن میں، جو حسن خدا تعالیٰ نے اس آیت میں پیش فرمایا ہے اس میں اس قوت جاذبہ سے زیادہ طاقت ہے جس کو ہم کشش ثقل کہتے ہیں جس کا راز نیوٹن نے سمجھا اور جس کی وجہ سے آج تک سائنسی دنیا اس کی عظمت کے گیت گاتی ہے۔

کشش ثقل سے بالا وہ طاقت ہے جو زمین سے رفعت عطا کرتی ہے اور آسمان کی طرف بلند کر دیتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سچے قول اور کلمہ حق کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ عمل صالح اس کو رفعت عطا کرتا ہے، اس کو بلندی دیتا ہے۔ پس وہ طاقت جو کشش ثقل پر غالب آجائے وہ اس آیت میں مذکور ہے۔ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا اس کا قول سب دوسری جاذب نظر طاقتوں سے بڑھ جائے گا۔ وہ شخص ہر دوسری کھینچنے والی طاقت پر غالب آجائے گا ورنہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ جس کا مطلب ہے سب سے زیادہ حسین اور جو سب سے زیادہ حسین ہے وہ لازماً اپنی طرف کھینچے گا۔ جتنے مرضی لوگ بیٹھے ہوں بعض دفعہ عالمی طور پر حسیناؤں کے اجتماع ہو جاتے ہیں اور بڑی بڑی اس کے متعلق کارروائیاں ہوتی ہیں اخباروں میں ان کی تصویریں چھپ جاتی ہیں مگر انسانی فطرت ہے کہ لوگوں کے کہنے پر نہیں بلکہ اپنے نفس کے لحاظ سے جس کو حسین سمجھا جاتا ہے اسی کی طرف دوڑتا ہے۔ نہ اس میں رنگ کی شرط ہے، نہ اس میں نقوش کے موٹے یا پتلے ہونے کی کوئی شرط ہے۔ افریقہ میں حسن کا ایک الگ معیار ہے، یورپ کے مختلف ممالک میں ایک الگ معیار ہے۔ مغربی ممالک میں اور مشرقی ممالک میں اور۔

لیکن حسن پھر حسن ہی ہے کوئی نہ کوئی اس میں موزونیت ضرور پائی جاتی ہے یعنی اس تصویر، اس حسن میں جو مختلف شکلیں ہونے کے باوجود انسانوں کو کھینچتا ہے۔ اب یہ کہنا کہ مغربی قوموں کے رنگ سفید ہیں اس لئے حسین ہیں افریقہ کے رنگ سیاہ ہیں اس لئے وہ بدصورت ہیں بڑی جہالت ہوگی کیونکہ سیاہ رنگ میں بھی ایک حسن ہے جو خدا کی طرف سے عطا ہوتا ہے اگر موزونیت ہو۔ اگر توازن ہو تو سیاہ رنگ میں بھی ایسی جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جن آنکھوں کو شناسائی ہو اس حسن سے، جس کا ذوق اس حسن کی شناسائی کے مطابق ڈھل چکا ہو وہ بے اختیار اس کی طرف دوڑے چلے جاتے ہیں۔ پس احسن کا مطلب ہے ہر قسم کے حسن سے بڑھ کر جتنی بھی جاذب نظر چیزیں ہیں جو بھی دوسرے کو کھینچنے کا ادعا کرتی ہے یا کھینچنے کی طاقت رکھتی ہے ان سب سے بڑھ کر اس میں داعی الی اللہ میں حسن ہے جو خدا کی طرف بلاتا ہے غیروں کو بھی اور اپنے نفس کو بھی اور بلاتے بلاتے خدا کی آواز کے سامنے ایسا کامل طور پر جھک جاتا ہے کہ اپنے سارے وجود کو اس کے سپرد کر دیتا ہے۔

**مسلمین** کا یہ مطلب ہے اس کا وجود اپنا نہیں رہتا خدا کا وجود بن جاتا ہے اور جب خدا کا وجود بن جائے اور خدا اس میں جلوہ گر ہو تو کوئی سفلی طاقت اس وجود سے کسی کو ہٹا نہیں سکتی اسے اپنی طرف کھینچ نہیں سکتی تمام انبیاءؑ کی متحدہ، مشترکہ گواہی اس کے حق میں ہے۔ آغاز سے لے کر آخر تک جہاں بھی جب بھی نبی آئے ان کے اندر خدا تعالیٰ نے ایسی طاقت پیدا کر دی کہ دشمنوں کو بھی اپنی طرف کھینچ لیا اور جو ایک دفعہ کھینچے گئے پھر ان سے توڑے نہیں گئے۔ بڑے بڑے مظالم ہوئے عیسائیت گواہ ہے کہ عیسائیت سے تڑوانے کی خاطر بعض مسیح کے ماننے والوں کو زندہ آگ میں جلا دیا گیا۔ جانوروں کے سامنے، بھوکے شیروں کے سامنے ڈال دیا گیا لیکن وہ اپنے ایمان پر قائم رہے انہوں نے مسیح کا دامن نہیں چھوڑا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس دامن کے ساتھ خدا کا دامن وابستہ ہے اگر مسیح کا دامن چھوڑیں گے تو خدا کا دامن چھوڑ دیں گے۔ وہ کون سا حسن تھا جس کو مسیح نے ایسا طاقتور بنا دیا۔ یہی مسلمین والا حسن تھا کہ وہ خدا کے ہوئے، خدا کی خاطر لوگوں کو بلایا خدا کی صفات کو اپنی ذات میں جاری کر دیا اور پھر خدا نما بن کر اٹھے اور جب ایک خدا نما کی محبت دل میں پیدا ہو جائے تو کوئی دنیا کی طاقت نہیں ہے جو اس کے خلاف کھینچ سکے۔

میں نے کشش ثقل کی مثال دی تھی اب یہ کوئی فرضی مثال نہیں کہ عملاً اس صورت حال پر

چسپاں ہوتی ہے۔ دنیا کی طرف بلانا، دنیا کے آرام کی طرف بلانا، دنیا کی عزتوں کی طرف بلانا، دنیا کی وجاہتوں کی طرف، مال و دولت اور حکومتوں کی طرف بلانا یہ سب کشش ثقل کا مظہر ہے۔ وہ کشش جو بلندی سے نیچے کی طرف کھینچ رہی ہے اور بڑی طاقت ور کشش ہے۔ ہر چیز بلندی پہ ہے اگر وہ محفوظ طور پر اٹکائی نہ گئی ہو کہیں ذرا بھی بہانہ ملے کشش ثقل کو تو وہ اپنی طرف کھینچ لے گی۔ کسی چیز کو بلندی پر رکھنا ایک حکمت کو بھی چاہتا ہے اور ایسے مضبوط سہاروں کو چاہتا ہے جن میں کشش ثقل پہنچی ہوئی ہے لیکن آپ کو دکھائی نہیں دے رہی یعنی پہاڑوں کی چوٹی پر وہ پتھر جو اٹکا ہوا ہے اور ایسے پتھر بھی ہیں جو لاکھوں سال سے، کروڑوں سال سے شاید اٹکے ہوئے ہوں۔ کئی ایسے بھی ہیں جو اربوں سال سے اٹکے ہوں گے لیکن وہ ہل نہیں سکتے اور آپ سمجھیں گے کہ کشش ثقل کمزور ہے اور دیکھ لو اس پتھر کو تو کھینچ کر نیچے نہیں لا سکی۔ کشش ثقل اس پتھر تک پہنچی ہوئی ہے وہ اس لئے مضبوطی سے قائم ہیں کہ کشش ثقل نے اسے تھاما ہوا ہے۔ اس لئے کشش ثقل کا بلندی اور ڈھلائی سے جو تعلق ہے یا اتران سے، یہ تعلق آپ کو دکھائی نہیں دے رہا مگر عملاً ڈھلوان ہو یا نشیب ہو، نشیب اور ڈھلوان ہم اس چیز کو کہتے ہیں جہاں کشش ثقل آ کر ایک مقام پر ایک چیز کو روک لیتی ہے، اس بلند مقام پر کشش ثقل پہنچ جاتی ہے، اس کو کھینچ رہی ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ پہاڑ جو ہیں یہ کبھی چند سیکنڈ کے لئے بھی وہاں اٹک نہیں سکتے تھے اگر کشش ثقل سے ان کو طاقت عطا نہ کی ہوتی۔ تو یہ چٹان یہ پہاڑ سارے کے سارے یہ ہوا کے ہلکے سے جھونکے کے ساتھ بھی زمین کے ساتھ ہموار ہو جاتے اور کوئی ان کی حرکت کو روک نہ سکتا۔ پس کشش ثقل کے مضمون کو سمجھیں۔ یہ بلندی تک اثر انداز ہوتی ہے مگر اگر مقناطیس کی طاقت کو ایسے استعمال کیا جائے کہ کوئی دوسرا سہارا نہ ہو مقناطیس اس چیز کو اٹھا لے تو یوں محسوس ہوگا جیسے کشش ثقل ناکام ہوگئی لیکن یہ بھی درست نہیں ہے وہاں بھی کشش ثقل ہی کامیاب ہوتی ہے کیونکہ وہ اٹھانے والا وجود جو مقناطیس کو پکڑے ہوئے ہے یا جس کے ساتھ مقناطیس لگایا گیا ہے وہ خود کشش ثقل کے اوپر سہارا لئے ہوئے ہے۔

لیکن آسمان سے کوئی طاقت جیسا کہ سیاروں کی طاقت ہے سورج کی طاقت ہے دوسری بڑی طاقتیں ہیں وہ زمین کو اس کی کشش ثقل سمیت کھینچ رہی ہیں اور ساری کائنات کو کوئی ایک طاقت ہے جو کسی طرف کھینچ رہی ہے جس کے متعلق سائنسدان کھوج لگانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر کامیاب نہیں

ہوئے۔ پس وہ آسمانی طاقت ہے جو غالب آتی ہے کشش ثقل پر۔ تبھی قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ سب چیزیں جو تمہیں فضا میں کھڑی دکھائی دے رہی ہیں ان کو خدا تعالیٰ نے سہارا دیا ہوا ہے اور یہ کھڑی ہیں ورنہ زمین کی کشش اور ان چیزوں کی آپس کی ایک دوسرے کی کشش ان کو اکٹھا کر کے فنا کر دیتی۔ تو آسمانی طاقت ہر دوسری طاقت پر غالب ہے یعنی سائنسی لحاظ سے بھی کوئی ایک خدا تعالیٰ، ایک ایسا کارساز ہے، ایسا ایک کائنات کا خالق اور مالک ہے جس کی طاقت ہر لمحہ تمام کائنات کے ہر وجود کو جو معلق دکھائی دے رہا ہے سہارا دیئے ہوئے ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم دیکھ نہیں رہے اس کو۔

پس وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا میں جس طاقت کا ذکر ہے یہ اللہ کے ساتھ وابستہ ہونے کا حسن ہے اور یہ حسن جو ہے یہ ہر دوسری چیز پر غالب آتا ہے۔ پس دیکھئے عیسائیت کی مثال میں نے آپ کے سامنے رکھی کس طرح اس راہ میں وہ کاٹے گئے اور مارے گئے اور انہوں نے کچھ بھی پرواہ نہ کی لیکن سب سے بڑا مظہر اس دعوت الی اللہ کے حسن کا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی صورت میں پیدا ہوا۔ دیکھیں کس شان کے ساتھ، کس قوت کے ساتھ اپنے دور میں ان لوگوں کو بھی کھینچا جو آپ سے نفرت کرنے والے تھے اور ایسا کھینچا کہ جو خون کے پیاسے تھے وہ خون فدا کرنے کے لئے ترسنے لگے کہ کاش محمد رسول اللہ ﷺ پر ہمارا خون بھی نچھاور ہوسکتا۔ یہ وہ آسمانی قوت ہے جو زمینی قوتوں پر غالب آنے والی ہے اور یہی محمد رسول اللہ ﷺ کی قوت حسن تھی دراصل جس نے عرب میں ایک حیرت انگیز معجزہ برپا کیا جو پھر عرب کی سرحدوں سے چھلک کر دوسری زمینوں میں جا پہنچا اور بڑی قوت کے ساتھ، بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتا رہا ہے اور اس وقت تک یہ پھیلا ہے جب تک آنحضرت ﷺ کے حسن سے یہ لوگ حصہ پاتے رہے اور اس حسن کی کشش سے دنیا کو اپنی طرف کھینچتے رہے اور اپنا بناتے رہے۔

اب نیا دور آ گیا ہے جب بیچ میں، اس کشش اور آج کے زمانے کے درمیان ایک بڑا انقطاع پیدا ہو چکا تھا اسلام نے بڑھتے بڑھتے اپنے قدم روک لئے۔ اسلام نے نہیں روکے بلکہ درحقیقت مسلمانوں نے قدم روک لئے اور اسلام کے مظہر بنے ہوئے تھے اس لئے دنیا کو یہی دکھائی دیا کہ اسلام نے اپنے قدم روک لئے ہیں لیکن کیوں روکے؟ کیا واقعہ ہوا؟ اس لئے کہ وہ لوگ خود دنیا کی طرف مائل ہو گئے اور جس کشش ثقل کے خلاف ان کو جہاد کرنا تھا جس سے لوگوں کو نوچ کر بلندی

کی طرف لے جانا تھا خود اس کشش کے شکار ہو گئے تو کیسے اس حسن کا مظہر بنتے جنہوں نے زمین سے توڑ کر، سب رشتے اور تعلق کاٹ کر آسمانوں کی طرف رفعتیں عطا کرنی تھیں اس کے سوا اور کوئی اس کا منطق نہیں ہے کوئی وجہ نہیں کہ اسلام باوجود اس کے کہ قرآن وہی قرآن ہو، حدیث وہی حدیث ہو، اسلام کا عمل خواہ فقہاء میں اختلاف بھی ہو بنیادی طور پر ایک ہی ہو خدا کی عبادت کرنا ہے روزے رکھنے ہیں، نمازیں پڑھنی ہیں، زکوٰۃ دینی ہے، تو جو ضمنی اختلافات ہیں آپ ان کو بھلا بھی دیں اور یہ سوچیں کہ اسلام اپنی ماہیت کے لحاظ سے، اپنی قوت کے لحاظ سے، اپنی تعلیم کے لحاظ سے قرآن میں بھی محفوظ تھا، سنت میں بھی محفوظ تھا اور اس کے باوجود اسلام نے آگے بڑھنا بند کر دیا اس لئے کہ مسلمان جو علم بردار تھے وہ خود کشش ثقل کا شکار ہو گئے۔ وہ زمین کی طرف جھک گئے اور پھر ان میں یہ طاقت نہیں تھی کہ آسمان کی طرف بلائیں۔

اب یہ نیا دور شروع ہوا ہے۔ آپ اس تاریخ کے پر حکمت مطالعہ سے فائدہ اٹھائیں۔ وہ تمام امور جو اسلام کی راہ میں حائل ہوئے ہیں، وہ تمام روکیں جنہوں نے اسلام کی ترقی کی راہیں بند کر دیں ان کو دور کرنا ہے لیکن ان روکوں کی تلاش میں باہر نہ نکلیں اپنے نفس میں ڈوبیں، دیکھیں یہ تو وہی روکیں ہیں جو آپ کے اندر موجود ہیں کیونکہ اسلام کی راہ میں کوئی باہر کی روک کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ دیکھو کتنی بڑی بڑی طاقتیں تھیں جو اسلام سے ٹکرائیں اور اسلام کا رستہ روکنے کی دعویدار بن کے اٹھیں لیکن پارہ پارہ ہو گئیں۔ اس لئے اسلام کا راستہ روکنے کے لئے کوئی بیرونی طاقت کبھی کامیاب نہیں ہوئی ہاں اندرونی خامیاں ہیں جو اسلام کا رستہ روکتی ہیں۔

اب عالم اسلام کی طاقت دیکھو ایک ارب سے تجاوز کر چکی ہے لیکن اس ساری عالم اسلام کی ایک ارب کی جمعیت میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اسرائیل کے ایک چھوٹے سے علاقے کا مقابلہ کر سکیں۔ دندناتا ہوا مسلمانوں کو مقابلے پر بلاتا ہے اور ظلم اور تشدد میں بے باکانہ کارروائیاں کرتا ہے۔ طاقت نہیں ہے ایک ارب مسلمانوں میں کہ اس کا مقابلہ کر سکیں۔ پس انہوں نے دعوت الی اللہ کیا کرنی ہے یہ تو اپنے وزن ہی سے بیٹھ گئے ہیں۔ کشش ثقل جتنا بڑھتی ہے اتنا ہی بے کار کرتی چلی جاتی ہے۔ ایسا وابستہ کر دیتی ہے سطح زمین سے اور اس کے نشیب سے کہ پھر اس میں اٹھنے کی طاقت نہیں رہتی۔ ایک شاعر کہتا ہے:

؎ بسانِ نقش پائے رہ رواں کوئے تمنا میں
نہیں اٹھنے کی طاقت کیا کریں لاچار بیٹھے ہیں (انشاءاللہ خان انشاء)

یہ تو اپنی عظمتوں کے نقش پا بن چکے ہیں اور اپنی تمنا کے غلام اس کے کوچے میں نقش بن کر بیٹھ گئے ہیں ان میں کہاں اٹھنے کی طاقت ہے۔ وہ قدم جن کے یہ نقوش پا تھے وہ تو ان کو چھوڑ کر عظیم رفعتوں کی طرف روانہ ہو چکے، وہ دور بدل گئے۔ مگر یہ نقوش پا بے طاقت، بے سہارا آج بھی ان راہوں میں ملتے ہیں جن کا نام آج مسلمان لیا جاتا ہے۔ مگر اسلام کی شان، اسلام کی شوکت، اسلام کی تمام صفات حسنہ جو غیر معمولی جذب کی طاقت رکھتی تھیں ان سے غائب ہو چکی ہیں۔ اگر نہ ہوتیں تو یہ دردناک منظر جو آج ہر ایک کو دکھائی دے رہا ہے یہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔

آپ نے بدلنا ہے اس کو ورنہ آپ وہ جماعت نہیں ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں انقلاب کے لئے پیدا کیا ہے۔ آپ نے لازماً بدلنا ہے اور بدلنے کے لئے اپنے گھر سے باہر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے اپنے نفس کے اندر جو کچھ بھی ہے وہ تبدیل کرنا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد:12) اللہ تعالیٰ کبھی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ نہ بدل دیں جو ان کے نفوس میں ہے۔ پس دیکھیں دعوت الی اللہ کی اس آیت نے آپ کو کتنا وسیع اور عظیم اور کامل پیغام دیا ہے۔ فرمایا خدا کی طرف بلاؤ اس سے زیادہ اچھی بات ہو نہیں سکتی۔ اس سے زیادہ حسین اور دلکش جاذب نظر بات ہو نہیں سکتی لیکن اپنے آپ کو بھی بلاؤ اس کے بغیر یہ بات مکمل نہیں ہوگی۔

عَمِلَ صَالِحًا نیک اعمال کی طرف رخ کرو تب تم داعی الی اللہ بننے کے اہل ہو گے اور اگر ایسا ہو جاؤ گے تو خدا تمہیں اجازت دیتا ہے کہ تم کہو کہ میں مسلمان ہوں اس کے بغیر تمہیں مسلمان کہلانے کا بھی حق نہیں ہے اور وہ شخص جسے خدا کہے کہ تم مسلمان ہو اور کہے کہ اعلان کرو جیسا کہ آنحضرت ﷺ سے اعلان کروایا کہ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (الانعام:164)۔ میں تو ہر مسلمان سے بڑھ کر سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ تو مسلمین کا یہ مطلب ہے یعنی حضرت محمد مصطفی ﷺ جن صفات حسنہ کی وجہ سے مسلمان کہلائے آپ کو خدا تعالیٰ نے خود فرمایا کہ اعلان کر دو کہ ہاں میں مسلمان ہوں وہ صفات حسنہ پیدا کئے بغیر آپ خدا کی طرف نہیں بلا سکتے کیونکہ وہ سوسائٹی ہے خاص طور پر

ناروے کی جو مذہب سے متنفر ہونے کے بعد خدا سے متنفر ہو بیٹھی ہے، خدا سے روٹھ چکی ہے۔ خدا کی طرف واپس بلانے کے لئے ان کی کشش ثقل سے بڑھ کر ایک روحانی جذب آپ کو اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا جس کو قرآن کریم کی یہ آیت مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا کہہ کے اس کی طرف متوجہ فرما رہی ہے۔ بڑا ہی حسین اور دلکش اور قوت جاذبہ رکھنے والا وجود آپ کا وجود بن جائے گا اگر آپ اس قرآنی نصیحت پر عمل کریں اور پھر تجربہ کر کے دیکھیں۔

ناروے میں کثرت سے ایسے نوجوان ہیں جو سعید فطرت ہیں۔ وہ چند جو شریر ہیں ان کو تو یہاں کا ٹیلی ویژن، یہاں کے اخبار اچھالتے ہیں اور کہتے ہیں ان میں Racism ہے ان میں غیر قوموں سے نفرت پائی جاتی ہے ان میں تشدد پایا جاتا ہے مگر وہ چند ہیں۔ ناروے کی قوم بحیثیت قوم نیک مزاج اور سعید فطرت ہے اور جب بھی ان کا واسطہ کسی ایسے انسان سے ہو جس میں وہ قدریں ہوں جن کو یہ عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو لازماً اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ہمارے بہت سے احمدی ہیں جن کے ساتھ پاکستان میں ظالمانہ سلوک ہوئے اور یہاں کی حکومت نے بھی اپنی لاعلمی کی وجہ سے ان کے حق میں فیصلے نہیں دئے۔ خود یہاں سے لوگ اٹھے ہیں جنہوں نے حیرت انگیز طور پر محنت کی اور ان کی تائید شروع کی۔ یہاں سے ایک خاتون گئیں پاکستان جا کر ان کے ساتھ رابطے کئے ان کے حالات دیکھے واپس آ کر یہاں رپورٹیں شائع کیں اور کہا کہ بڑا بھاری ظلم ہوا ہے ہماری قوم پر داغ لگ گیا ہے۔ جو ایسے ایسے شریف النفس لوگ ہوں ان کو دہریہ کہہ کر نظر انداز کر دیا جائے بہت بڑی بے وقوفی ہے اور ظلم ہے۔ یہ دہریہ عقل کی وجہ سے ہیں۔ اگر یہ دہریہ نہ ہوتے تو بہت بڑے پاگل ہوتے کیونکہ جو عقائد خدا کے متعلق ان کو بتائے گئے تھے ان پر قائم رہنا ہی دنیا پر ایک ظلم ہے۔

پس لآ الٰہ والی تختی تو صاف ہو چکی اب الا اللّٰہ آپ نے بھرنا ہے اور جہاں الا اللّٰہ بھریں گے وہاں لازماً اس کا قطعی منطقیانہ نتیجہ نکل کر رہے گا کہ محمد رسول اللّٰہ اس سے پیدا ہوگا۔ پس لآ الٰہ کا کام یہ قومیں کر چکی ہیں الا اللّٰہ کے رنگ آپ نے بھرنے ہیں مگر اگر اپنے وجود میں اللہ کا رنگ نہ بھرا ہوا گر صفات باری تعالیٰ کی واقفیت ہی کوئی نہ ہوا گر انصاف، تقویٰ، سچی ہمدردی، سچائی اور بنی نوع انسان کی خدمت پر ہمہ وقت تیار رہنا جیسے خدا رحمٰن ہے قطع نظر رنگ، نسل، مذہب کے ہر ایک سے سچا پیار رکھنا اور اس کا عملی نمونہ دکھانا، شرافت سے بات کرنا، عقل سے بات کرنا یہ سب الٰہی رنگ کے

نمونے ہیں۔ پس الٰہی رنگ اختیار کریں اور آپ کا عمل صالح پیدا ہوگا۔ عمل صالح اور دعوت الی اللہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ جب یہ دو طاقتیں اکٹھی ہو جائیں تو ناقابل تسخیر طاقت بن کر ابھرتی ہیں کسی دنیا کی طاقت کی مجال نہیں ہے کہ ان کا مقابلہ کر سکے۔

پس آپ ہی میں وہ وجود ہیں جو ناروے کی تقدیر بدل سکتے ہیں جو اس دہریہ ملک کو خدا کی محبت سے بھر سکتے ہیں۔ اگر اپنے آپ کو اس کا لائق بنائیں کہ وہ خدا کی طرف بلانے والے بن سکیں۔ پس یہی میرا پیغام آپ کو بھی ہے اور ان سب ملکوں کے احمدیوں کو جہاں دہریت نے کئی لحاظ سے انسان کی اعلیٰ قدروں کو بالکل کھا کر کھوکھلا اور ویرانہ بنا دیا ہے۔ جیسے تیزاب بعض دھاتوں کو کھا جاتا ہے اسی طرح دہریت تمام انسانی قدروں کو کھا جاتی ہے اور اگر اس کے باوجود شرافت دکھائی بھی دے تو ایک کھوکھلی شرافت ہوتی ہے۔ وہ اس لائق نہیں ہوتی کہ اپنی قوم کو اعلیٰ قدروں پر قائم رکھ سکے۔ پس میں امید رکھتا ہوں اور یقیناً رکھتا ہوں کہ تمام دنیا کے احمدی خصوصیت کے ساتھ دہریت کے خلاف ایک جہاد شروع کریں گے اور دہریت کے خلاف جہاد کا یہی ایک طریق ہے اس کے سوا اور کوئی طریق نہیں کہ اللہ کی طرف بلائیں تو اپنے نفس کو بھی بلائیں۔ اپنے اندر الٰہی صفات پیدا کریں اور پھر دیکھیں کہ کس طرح دنیا آپ کی طرف دوڑی چلی آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین